

نالیہ نظم

یہ وردانگیر نظم علامہ مرحوم نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے پندرہویں
سالانہ جلسہ میں (۲۴ فروری ۱۹۷۱ء کو بعد نماز عصر) پڑھی تھی شمس العلماء
مولانا نذیر احمد اس اجلاس کے صدر تھے جنہوں نے فرمایا: میں نے دبیر اور
انیس کی بہت سی نظمیں سنی ہیں مگر واقعی ایسی دلخراش نظم کبھی نہیں سنی ہے

آہ! کیا کیئے کہ اب پہلو میں اپنا دل نہیں

مجھ گئی جب شمع روشن در نور محفل نہیر

اے مصافح نظم ہستی میں ترے قابل نہیں

نا اُمیدی جس کو طے کر لے یہ وہ منزل نہیں

ہاٹے کس مُنہ سے شریکِ بزمِ میخانہ ہوں میں

ٹکڑے ٹکڑے جس کے پوجائیں وہ پیمانہ ہوں میں

غارِ حسرتِ غیرتِ نوکِ سناں ہونے لگا
 یوسفِ غمِ زینتِ بازارِ جاں ہونے لگا
 دلِ مرا شرمندہ ضبطِ فغاں ہونے لگا
 نالہٗ دلِ روشناسِ آسماں ہونے لگا
 کیوں نہ وہ نعمہ سرائے رشکِ صد فریاد ہو
 جو سروِ غنہ لیبِ گلشنِ برباد ہو
 پنجہٗ وحشت بڑھا چاکِ گریباں کیلئے
 اشکِ غمِ ڈھلنے لگے پابوسِ داماں کے لئے
 مضطرب ہے یوں دلِ نالاں بیا باں کیلئے
 جس طرح بھبل تڑپتا ہے گلستاں کے لئے
 لیں گے ہم ہنگامہٗ ہستی میں اب کیا بیٹھ کر
 روئیے جا کر کسی صحرائے تنہا بیٹھ کر

ستابِ عشرت دلِ نوکرِ دہِ حسرت نہیں
 درِ خورِ بزمِ طربِ شمعِ سرِ تربت نہیں
 زیرِ گردوں شاہدِ آرام کی صورت نہیں
 غیرِ حسرتِ غارِ رخسارِ راحت نہیں



صبحِ عشرت بھی ہماری غیرتِ صدِ شام ہے
 ہستیِ انساں غبارِ خاطرِ آرام ہے
 ہے قیامِ بحرِ ہستی جزر و مدِ اسلام کا
 گاہے گاہے آنکھتی ہے مسرت کی ہوا
 زندگی کو نورِ الفت سے ملی جس دم ضیا
 لے کے طوفانِ ستم ابرِ تغیر آگیا
 ہے کسی کو کامِ دلِ حاصل کوئی ناکام ہے
 اس نظارہ کا مگر خاکِ حسدِ انجام ہے

اے فلک تجھ سے تمنائے سعادت پروری
 ہر ستارہ ہے ترا داغ دل نیک انتری
 تو نے رکھا ہے کسے حراماں نصیبی سے بری؟
 اے مسلماناں فغاں از دور چرخ چہتری
 دوستی از کس نے بینیم یاراں را چہ شد
 دوستی کو آخر آمد دوستداراں را چہ شد
 نطق کر سکتا نہیں کیفیتِ غم کو عیاں
 اس کی تیزی کو مٹا دیتے ہیں اندازِ بیاں
 انہیں سکتی زبان تک بیخِ غم کی داستاں
 خندہ زن میرے لب گویا پہ ہے دردِ نہاں
 عجز گویائی ہے گویا حکمِ قیدِ خاموشی
 محرمِ اظہارِ غم کو یہ سزا ملنے لگی

زخمِ دل کے واسطے ملت انہیں مرہم مجھے
 اپنی قسمت کا ہے رونا صورتِ آدم مجھے
 ظلِ دامانِ پدر کا ہے ز بس ماتم مجھے
 ہاں ڈبو دے اے محیطِ دیدہ پر خم مجھے
 مضربِ اے دل نہ ہونا ذوقِ طفلی کے لئے
 تو بنا ہے تلخیِ اشکِ تیسمی کے لئے
 سایہِ رحمت ہے تو اے ظلِ دامانِ پدر
 غنچہِ طفلی پہ ہے مثلِ صبا تیرا گذر
 بہنا ہے وادیِ عالم میں تو مثلِ خضر
 تو تو ہے اک منظرِ شانِ کریمی سرسبز
 ہے شمشاد ہی جو طفلی تو ہوتا تاثیر ہے
 تو نہ ہو تو زندگی اک قیدِ بے زنجیر ہے

عین غفلت میں ہلال آسا کمر خم کھا گئی
 صبح پیری کی مگر بن کر یتیمی آگئی
 یاد تاملی اسے کیا جانے کیا سمجھا گئی
 شعلہ سوزِ الم کو آور بھی بھڑکا گئی
 دم کے بدلے میرے سینے میں دمِ تمشیر ہے
 زندگی اپنی کتاب موت کی تفسیر ہے
 بوششِ صرصر سے ہے اے بھر جولانی تری
 اور قمر کے دم سے ہے ساری یہ طُغیانی تری
 کوہ و دریا سے ہے قائم شانِ سلطانی تری
 اور شعلِ صرصر سے ہے خندہ پیشانی تری
 نظمِ عالم میں نہیں موجود سازِ بے کسی
 ہو گئی پھر کیوں یتیمی صیدِ بازِ بے کسی

کھینچ سکتا ہے مصوٰر خندہ گل کا سماں
 اور کچھ مشکل نہیں اے برق تیری شوخیاں
 صبح کا اختر نہیں کلکِ تصوّر پر گراں
 اور ہی کچھ ہیں مگر میرے تبسم کے نشاں
 یہ تبسم اشکِ حسرت کا نمک پروردہ ہے
 دردِ پنہاں کو چھپانے کیلئے اک پردہ ہے
 یادِ ایامِ سلف تو نے مجھے تڑپا دیا
 آہ اے چشمِ تصوّر تو نے کیا دکھلا دیا
 اے فراقِ رفتگاں یہ تو نے کیا دکھلا دیا
 دردِ پنہاں کی خلش کو اور بھی چمکا دیا
 رہ گیا ہوں دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر
 کچھ مداوا اس مرض کا اے دلِ ناکام کر

آمد بُوئے نسیم گلشن رشکِ ارم
 ہونہ مرہونِ سماعت جس کی آوازِ قدم
 لذتِ رقصِ شعاعِ آفتابِ صُبحِ دم
 یا صدائے نعمتِ مرغِ سحر کا زیرِ دم
 رنگِ کچھ شہرِ خموشاں میں جما سکتی نہیں
 خفتگانِ کینجِ مروت کو جگا سکتی نہیں
 ہر گھڑی اسے دل نہ یوں اشکوں کا دریا چاہئے
 داستاں جیسی ہو ویسا سننے والا چاہئے
 ہر کسی کے پاس یہ دکھڑا نہ رونا چاہئے
 استاں اس کو یتیمِ ہاشمی کا چاہئے
 چشمِ باطن کی نظر بھی کیا سبک رفتار ہے
 سامنے اک دم میں درگاہِ شہِ ابرار ہے

اے مددگارِ غریباں اے پناہِ بے کساں
 اے نصیرِ عاجزاں اے مایہِ بے مانگاں
 کارواںِ صبر و تحمل کا ہوا دل سے رواں
 کہنے آیا ہوں میں اپنے درد و غم کی داستاں
 ہے تری ذاتِ مبارک حلِ مشکل کے لئے
 نام ہے تیرا شفا دکھے ہوئے دل کیلئے
 بیکسوں میں تابِ جوہرِ آسماں ہوتی نہیں
 رانِ دلوں میں طاقتِ ضبطِ فغاں ہوتی نہیں
 کون وہ آفت ہے جو رہنِ بیاں ہوتی نہیں
 اک یتیمی ہے کہ ممنونِ زباں ہوتی نہیں
 میری صورت ہی کہانی ہے دلِ تاشاد کی
 ہے غموشی بھی مری سائلِ تری امداد کی

بزمِ عالم میں طرازِ مسندِ عظمت ہے تو
 بہرِ انساں جبرئیلِ آیہ و رحمت ہے تُو
 اے دیارِ علم و حکمت قبلہ اُمت ہے تو
 اے ضیائے چشمِ ایاں زریب ہر مدحت ہے تُو
 وردِ جو انساں کا تھا وہ تیرے پہلو سے اٹھا
 فتلِ بزمِ جوشِ محبت تیرے آنسو سے اٹھا
 آپ کو شرتشہ کا مانِ محبت کا ہے تُو
 جس کے ہر قطرے میں سو موتی ہوں وہ دیا ہے تُو
 طور پر چشمِ کلیم اللہ کا تارا ہے تُو
 معنیٰ یسعی ہے تُو مفہومِ اَوَاذِ فی ہے تُو
 اس نے پہچانا نہ تیری ذاتِ پُر انوار کو
 جو نہ سمجھا احمد بے میم کے اسرار کو

دلربائی میں مثالِ خندہ مادر ہے تُو
 مثلِ آوازِ پدر شیریں تراز کو تر ہے تُو
 جس سے تاجِ عرش کو زینت ہو وہ گوہر ہے تُو
 از پئے تقدیر عالم صورتِ اختر ہے تُو
 زیبِ حسنِ محفلِ اشراقِ عالم تُو ہوا
 تھی موخرِ گرہِ آمد پر مقدم تُو ہوا
 تیرا رتبہ جوہرِ آئینہ لولاک ہے
 فیض سے تیرے رگِ تاکِ یقین نمناک ہے
 تیرے سایہ سے منور دیدہ افلاک ہے
 کیمیا کہتے ہیں جس کو تیرے در کی خاک ہے
 تیرے نظارے کا موسیٰ میں کہاں مقدر ہے
 تو ظہورِ لیلِ تیرانی گوئے اوجِ طور ہے

دوپہر کی آگ میں وقت درودہقان پر
 ہے پسینے سے نمایاں مہر تاباں کا اثر
 جھکیاں اُمید کی آتی ہیں چہرے پر نظر
 کاٹ لیتا ہے مگر جس وقت محنت کا اثر
 یا محمد کہہ کے اٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
 ہائے کیا تسکین اُسے ملتی ہے تیرے نام سے
 وہ پناہ دین حق وہ دامن غارِ حرا
 جو ترے فیضِ قدم سے غیرت سینا ہوا
 وہ حصارِ عافیت وہ سلسلہٴ مناران کا
 جس کے ہر ذرہ سے اٹھی دینِ کامل کی صدا
 غرِ بابوسی سے تیری آسماں سا ہو گئی
 یہ زمین ہم پایۂ عرشِ معلّٰی ہو گئی

نظمِ قدرت میں نشان پیدا نہیں بیداد کا
 شکوہ کرنا کام ہوتا ہے دلِ ناشاد کا
 آگرا ہوں تیرے در پر وقت ہے امداد کا
 سرفرازی چاہئے بدلہ مری اُفتاد کا
 آنہ سکتا تھا زباں تک بے کسی کا مبرا
 حوصلہ لیکن مجھے تیری تیزی نے دیا
 قسم ذرا بے تابئی دل کیا صدا آتی ہے یہ
 لطفِ آبِ چشمہ سیواں کو شرماتی ہے یہ
 دل کو سوزِ عشق کی آتش سے گرماتی ہے یہ
 رُوح کو یادِ الٰہی کی طرح بھاتی ہے یہ
 ہاں ادب اسے دل بڑھا اغزازِ مُشتِ خاک کا
 میں مخاطب ہوں جنابِ سیدِ لولاک کا

اے گرفتارِ یتیمی اے اسیرِ قیدِ غم !
 تجھ سے ہے آرامِ جانِ مستیِ خیرِ الاثم
 نا اُمیدی نے کئے ہیں تجھ پہ کچھ ایسے ستم
 چیرتا ہے دل کو تیرا نالہ و دردِ الم
 تیری بے سامانیوں سے کیونٹ میرا دل جلے
 شرم سی آتی ہے تجھ کو بے نوا کہتے ہوئے
 خرمین جاں کے لئے بجلی ترا افسانہ ہے
 دل نہیں پہلو میں ، تیرے غم کا عشرتِ خانہ ہے
 جس پہ بربادی ہو صدقے وہ ترا ویرانہ ہے
 مہم جائے جس سے فرحت وہ ترا کا شاہ ہے
 کانپتا ہے آسمان تیرے دلِ ناشاد سے
 ہل گیا عرشِ معظم بھی تری منیرا دے

خون رلواتا ہے تیرا دین گریاں مجھے
 کیوں نظر آتا ہے تو رہنِ عنیم پنہاں مجھے
 کیوں نظر آتا ہے تیرا حال بے سماں مجھے
 کیوں نظر آتا ہے تو مثلِ تن بے جاں مجھے
 میری اُمت کیا شریکِ دردِ پیغمبر نہیں
 کیا جہاں میں عاشقانِ شافعِ محشر نہیں
 جس طرح مجھ سے نبوت میں کوئی بڑھ کر نہیں
 میری اُمت سے حیت میں کوئی بڑھ کر نہیں
 امتحانِ صدق و ہمت میں کوئی بڑھ کر نہیں
 ان مسلمانوں سے غیرت میں کوئی بڑھ کر نہیں
 یہ دل و جاں سے خدا کے نام پر قربان ہیں
 ہوں شکر بھی فدا جن پر یہ وہ انسان ہیں

جا کے یوں کہنا کہ "اے گلہائے بارغِ مصطفیٰ
 تم سے برگشتہ نہ ہو جائے نہ مانے کی ہوا
 عرصہ ہستی میں از بہر حصولِ مدعا
 رشکِ صدا کسیر ہوتی ہے یتیموں کی دُعا
 یہ وہ جادو ہے کہ جس سے دیو حرامِ دُور ہو
 یہ وہ نسخہ ہے کہ جس سے دردِ عیاں دُور ہو
 یہ دُعا میدانِ محشر میں بڑی کام آئے گی
 شاہدِ شانِ کریمی سے گلے ملوائے گی
 آتشِ عشقِ الہی سے تمہیں گرمائے گی
 جو نہ موتی نے بھی دیکھا تھا تمہیں دکھائے گی
 جس طرح مجھ کو شہیدِ کربلا سے پیار ہے
 حق تعالیٰ کو یتیموں کی دُعا سے پیار ہے

جوش میں اپنی رگِ ہمت کو لانا چاہئے

احمدی غیرت زمانے کو دکھانا چاہیئے

بندشِ غم سے یتیموں کو چھڑانا چاہیئے

رل کے اک دریا سخاوت کا بہانا چاہئے

کام بے دولت تو چرخِ کُنِ حلیت نہیں

نخلِ مقصد غیر آبِ زر کہیں پھلتا نہیں

صیدِ شاہینِ یتیمی کا پھڑکنا اور ہے

نوک جس کی دل میں جھپتی ہو وہ کانٹا اور ہے

علتِ سراں نصیبی کا مداوا اور ہے

دردِ آزارِ مصیبت کا مسیحا اور ہے

پھونک دیتا ہے جگر کو دل کو تڑپاتا ہے یہ

نسخہٴ مہر و محبت سے مگر باتا ہے یہ

تقی یتیمی کچھ ازل سے آشنا اسلام کی
 پہلے رکھتی ہے یتیموں نے بنا اسلام کی
 کہہ رہی ہے اہل دل سے ابتدا اسلام کی
 ہے یتیموں پر عنایت اتنا اسلام کی
 تم اگر سمجھو تو یہ سوابت کی اک بات ہے
 آبرو میری یتیمی کی تمھارے ہاں ہے
